الاستفسار

مولانا محمد عبید اللہ عفیف

مجلسِ واحد کی طلاقِ ثلاثہ پر ایک تحقیقی نظر

مجلسِ واحد کی تین طلاقوں کی کہانی:

"اس حقیقت میں شمہ بھر بھی شبہ نہیں کہ صدرِ اول یعنی خلافتِ فاروقی کے ابتدائی دو تین برسوں تک مجلسِ واحد کی تین طلاقیں باتفاقِ امت ایک رجعی طلاق شمار کی جاتی تھی۔ بعد ازاں جب لوگوں نے شریعت سمحا ، کی اس رخصت کو جو کہ سراسر ازدواجی مصالح پر مبنی تھی، غلط رنگ دینا شروع کر دیا اور کثرتِ طلاق کا رجحان بڑھنے لگا، تو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالے عنہ نے اس بر خود غلط رجحان کی پیش بندی کے لیے ایک تعزیری اور سیاسی آرڈی نینس جاری کر دیا کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں قانوناً تین ہی شمار ہوں گی۔ اس اقدام کا مطلب صرف اور صرف یہ تھا کہ لوگ اس بر خود غلط رجحان سے باز آجائیں۔ بعد ازاں حضرت عمر فاروقؓ نے اگرچہ اپنے اسی تہدیدی اور تعزیری اقدام پر تاسف کا اظہار بھی کیا تھا، تاہم اسی وقت سے اس مسئلہ میں گرہیں پڑنی شروع ہو گئیں۔ امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ ایک قول کے مطابق امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور علماء نے فاروقِ اعظم کے اس تہدیدی، تعزیری اور وقتی اقدام کو فکراً و نظراً ہمیشہ کے لیے قبول کر لیا۔ محدثین کرام (شکر اللہ مساعیہم) نے اس بجائے خود غلط اندازِ فکر و نظر (فقہی و تقلیدی جمود) کے خلاف بھرپور صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے امت کو براہِ راست صدرِ اول کے تعامل پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی اور یوں یہ مسئلہ نزاع کی بھینٹ چڑھتا چلا گیا اور نوبت بایں جا رسید کہ اب یہ نزاع قلم و قرطاس کی بھول بھلیوں کو پھاند کر عدالتِ عظمیٰ کے دروازے پر دستک دینے لگا ہے۔"

(ہفت روزہ الاعتصام ۳۰ دسمبر ۱۹۷۹ء)

بنابریں معلوم مناسب ہوتا ہے کہ فقہی اور جماعتی نقطہ ہائے نظر کے خول سے باہر نکل کر اس مسئلہ کے تمام خدوخال کا بے لاگ جائزہ لیا جائے تاکہ یہ مسئلہ پوری طرح منقح ہو جائے۔ درج ذیل کوشش بھی اسی جذبہ کی رہین منت ہے۔ واللہ الہادی!

طلاقِ ثلاثہ اور قرآن:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ" (۶۵: ۱-الطلاق)

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو عدت کے اندر طلاق دیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے (غلط طریقہ سے طلاق دینے میں) ڈرتے رہو، جو تمہارا رب ہے۔"

تشریح:

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابورکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی ام رکانہ رضی اللہ عنہا کو تین طلاقیں دے کر کسی دوسری عورت سے شادی کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم "ام رکانہ سے رجوع کر لو۔" تو اس نے عرض کی کہ میں تو اسے تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ:

"قَدْ عَلِمْتُ رَاجِعْهَا۔"

کہ "جاؤ مجھے پتہ ہے تم رجوع کر لو۔" اور پھر آیت مذکورہ بالا کی تلاوت فرمائی۔ لہٰذا آیت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ تین طلاقیں دینے والا عدت میں باقاعدہ طلاق دے یعنی ہر حیض کے بعد طہر میں بلا مجامعت ایک طلاق، نہ کہ تین طلاقیں ایک ساتھ۔ دوسری جگہ یہ ارشاد ہے:

"اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۔" (البقرۃ: ۲۲۹)

"رجعی طلاق دو مرتبہ ہے۔"

پھر اسی کے ساتھ مربوط انداز میں فرمایا:

"فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔"

(البقرۃ: ۲۳۰)

"پھر اگر طلاق دے دے تو اب اسے اس عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں جب تک وُہ عورت دوسرے کے نکاح میں نہ چلی جائے (پھر دُوسرا خاوند مر جائے یا بلا جبر اپنی مرضی سے طلاق دے دے")

پس سیاقِ قرآن سے یہ ثابت ہوا کہ پہلی دونوں طلاقیں ایسی ہیں جن میں بلا کسی اور کے نکاح میں گئے، طلاق دینے والے کو اپنی مطلقہ سے رجوع کا اختیار باقی رہتا ہے خواہ یہ رجوع عدت نہ گزرنے کی وجہ سے ہو یا بعد از عدت جدید نکاح کے ساتھ ہو، چنانچہ دو طلاقوں کے بعد یا تو اچھائی کے ساتھ بسانے کے لیے رکھے یا پھر بھلے طریق سے چھوڑ دے۔

اسی طرح ایک دوسری آیتِ شریفہ میں ہے:

"وَبُعُولَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْا اِصْلَاحًا" (البقرۃ ۲۲۸)

یعنی "عدت کے اندر اندر ان کے خاوندوں کو لوٹا لینے کا پورا پورا حق حاصل ہے"

پس یہ تین طلاقیں دینے کا شرعی طریقہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں جس نے ان کا خلاف کیا تھا، آپ اس پہ بہت ہی ناراض ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ "کیا تم میری حیات ہی میں کتاب اللہ سے کھیلنے لگ گئے ہو؟"

لغوی تشریح:

اگر "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ" کی شانِ نزول سے صرفِ نظر کیا جائے اور لغوی حیثیت سے غور کیا جائے تو بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ طلاق کو یکے بعد دیگرے دینا چاہیے کیونکہ "مَرَّتَان" لغت میں ایسے کام کے لیے آتا ہے جو "مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ" ہو، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

"وَسَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ" (التوبۃ ۱۰۱)

اس کا معنیٰ ہے: "اَيْ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ"

یعنی ایک بار کے بعد دوسری بار عذاب کریں گے اور اسی طرح دوسری جگہ ہے:

"اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ" (التوبۃ:۱۲۶)

"کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وُہ ہر سال میں ایک بار یا دو بار آزمائے جاتے ہیں؟"

سورۃ القصص میں ہے:

"اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا" (القصص ۵۴)

"اور ان لوگوں کے صبر کرنے کی وجہ سے انہیں دو بار اجر ملے گا"

جامع البیان میں ہے :

"مَرَّة علی ایمانھم بکتابھم ومرة علی ایمانھم بالقرآن"

(جامع البیان ص۲۷اج ۲)

"ایک دفعہ اپنی کتاب پر ایمان لانے کی وجہ سے اور دوسری جگہ قرآن پر ایمان لانے لانے کی وجہ سے ان کو اجر ملے گا"

نیز فرمایا :

"یَنْقُضُوْنَ عَھْدَھُمْ فِیْ کُلِّ مَرَّةٍ - (الانفال، ۵۶)

پھر وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑتے ہیں"

علاوہ ازیں فرمایا :

"وَھُمْ بَدَءُوْکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ" (التوبۃ ۱۳)

"اور انہوں نے تم سے پہلی بار عہد شکنی کی"

اور ایسے ہی ایک دوسرے مقام پہ بالکل واضح طور پر فرمایا :

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْکُمُ الَّذِیْنَ مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْکُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ" (۵۸)

اور ظاہر ہے کہ "ثلاث مرات" کا معنیٰ "فی ثلاثۃ احوال" (تفسیر ابن کثیر ص ۳۰۲ ج ۳) ہی ہوسکتا ہے۔ یعنی تین اوقات میں اندر آنے کے لیے ضرور اجازت طلب کیا کریں اور اسی طرح جلالین اور جمل میں بھی فِیْ ثَلَاثَۃِ اَوْقَاتٍ ہی لکھا ہے۔ (جلالین ص ۳۰۱ سورۃ نور) یعنی فجر سے پہلے عشاء کے بعد اور ظہر کے وقت تمہارے غلام اور بچے بغیر اجازت اندر نہ آنے پائیں اور اسی طرح جلالین میں "ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ" کی تفسیر بھی "کرۃ بعد کرۃ" ہی لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ ملک، بہرحال ان آیاتِ مقدسہ کی لغوی بحث سے پوری طرح معلوم ہوا کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق پڑے گی اور دوسری طلاقین لغو ہوجائیں گی۔ مزید برآں "فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ" میں عدت کے منجملہ فوائد میں یہ بھی ہے کہ مُطَلِّق کو اپنے کیے پر نظر ثانی کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔ ورنہ تین حیض کی عدت بے معنی ہوگی اور پھر لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا" کا مہمل ہونا اس پر مزید برآں ہوگا لہٰذا ان تمام مواقع سے جب ہی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جبکہ طلاق مسنون طریقہ پر دی جائے

یعنی حیض کے بعد طہر میں بلا جماع ایک طلاق دی جائے نہ کہ تین طلاقیں ایک ساتھ۔ ورنہ وقوعِ ثلاث کی صورت میں تمام ازدواجی مصالح اور منافع یکسر خالی ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ انہی امور کے پیشِ نظر امام رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں:

"هو اختيار كثير من علماء الدين انه لو طلقها اثنين او ثلاثا لا تقع الا واحدة وهذا هو الا قيس" (تفسير كبير للامام فخر الدين الرازى ج۲۔ بحواله فتاوىٰ ثنائيه)

یعنی بہت سے علماء دین کے نزدیک مجلسِ واحد کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اور زیادہ قرین قیاس بھی یہی ہے"

اسلامی قانون کے غواص اور ماہر اسرارِ شریعت حضرت شاہ ولی اللہ محدث لکھتے ہیں:

"وكره ايضا جمع الطلقات الثلاث فى طهر واحد، وذالك لانه اهمال للحكمة المرعية فى شرع تفريقها فانها شرعت ليتدارك المفرط ولانه تضييق على نفسه وتعرض للندامة"

(حجة الله البالغة ص۱۴۰ ج۲)

اسی طرح ایک طہر میں بیک وقت تین طلاقیں دینا دراصل شریعت کی حکمتوں کو مہمل قرار دینا ہے اور طلاق دہندہ پر تلافی کے کھلے دروازوں کو مقفل کرنا ہے وغیرہ۔

تین طلاقیں اور احادیثِ صحیحہ:

قرآنِ مجید کی اس واضح تصریحات کے بعد اب ہم ان صحیح احادیث کا ذکر کریں گے جن میں مجلس واحد کی طلاقِ ثلاث کے ایک رجعی طلاق ہونے کی تصریح موجود ہے:

حدیثِ اول: عن ابن عباس قال كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة۔" (صحيح مسلم ص۴۷۷ ج۱)

یعنی "حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک سے لے کر سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق شمار ہوتی تھی"

تشریح: اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ کی دس سالہ مدنی زندگی اور پھر

اڑھائی سالہ صدیقی دور اور پھر خلافت فاروق کے ابتدائی دو سال تقریباً ۱۵ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فاروقِ اعظمؓ سمیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس پر متفق تھے کہ ایک وقت کی تین طلاقیں ایک رجعی شمار ہوتی تھی، مگر جب لوگوں نے اس ڈھیل سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا اور مسئلہ طلاق بازیچۂ اطفال بنانے کے درپے ہو گئے تو حضرت فاروقِ اعظمؓ نے بطورِ ہنگامی قانون، تعزیری اور تہدیدی فرمان جاری کر دیا کہ بیک وقت کی تین طلاقیں تین ہی ہوں گی۔

ایک شبہ اور اس کا جواب:

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ حضرت عمرؓ نے ایسا کیوں کیا، کیا یہ مداخلت فی الدین نہیں؟
تو اس شبہ کا جواب اس حدیث کے آخر میں موجود ہے: فاروقِ اعظمؓ فرماتے ہیں:

"ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لہم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیہم فامضاہ علیہم" (صحیح مسلم ص ۴۷۷ کتاب الطلاق)

"لوگ ایسے معاملہ میں جلدی کرنے لگ گئے ہیں جن میں ان کے لیے ڈھیل مناسب تھی۔ پس اگر ہم (اس غلط روش کی روک تھام کے لیے) وقوعِ ثلاث کا تعزیری آرڈی نینس جاری کر دیں (تو مناسب ہو گا)" جسے آپؓ نے جاری کر دیا۔

اعتراضات:

قائلینِ وقوعِ ثلاث نے اس صحیح حدیث پر بہت سے اعتراضات کیے ہیں یا بالفاظِ دیگر اس کے بہت سے جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے اور امام محمد بن اسماعیل الامیر الیمانی نے ان تمام اعتراضات کا مسکت جواب دیا ہے۔ ملاحظہ ہو سبل السلام ص ۱۷۲ ج ۳ ہم بھی آگے چل کر مختصر ذکر کریں گے۔

حدیث ثانی:

"عن طاؤس ان ابا الصہباء قال لابن عباس اتعلم انما کانت الثلاث تجعل واحدۃ علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وثلاثا من امارۃ عمر فقال ابن عباس نعم"

(صحیح مسلم ص ۴۷۷ ج ۱ کتاب الطلاق)

یعنی "ابوصہباء" نے حضرت ابنِ عباسؓ سے دریافت کیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ سے لے کر فاروقی امارت کے ابتدائی تین سالوں تک بیک وقت کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق نہ ہوتی تھی ؟ تو ابنِ عباس رضؓ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں ایک ہی ہوا کرتی تھی"!

حدیث ثالث :

عن طاؤس ان ابا الصھباء قال لا بن عباس ھات من ھناتك الم يكن الطلاق الثلاث على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابى بكر واحدة فقال انه قد كان ذلك فلما كان فى عهد عمر تتايع الناس فى الطلاق فاجاز عليهم"

(صحیح مسلم ص۴۷۸ ج ۱)

"جناب طاؤس تابعی سے روایت ہے کہ جناب ابوصہباؒ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ اپنی مخصوص علمی باتیں بیان فرما دیں (مزید برآں) یہ بھی بتائیں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر خلافت فاروقی کے ابتدائی دور تک مجلسِ واحد کی تین طلاقیں کیا ایک رجعی طلاق نہ ہوتی تھی ؟ تو ابنِ عباس رضؓ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا، ہاں! بے شک ایسا ہی تھا لیکن جب لوگوں نے رعایت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے دھڑا دھڑ طلاقیں دینی شروع کر دیں تو حضرت عمر فاروقؓ نے بطور تعزیر کے تینوں کو ہی نافذ کر دیا"

تشریح :

صحیح مسلم کی ان تینوں صحیح احادیث سے یہ حقیقت اپنی تمام صداقتوں کے ساتھ پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ زمانۂ بعثت سے لے کر خلافتِ فاروقی کے ابتدائی تین سالوں تک اس بات پر اتفاق تھا کہ مجلسِ واحد کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق سمجھی جاتی تھی، لیکن جب لوگوں نے اس رخصت سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا تو حضرت فاروقؓ نے اس غلط رجحان کی پیش بندی کرتے ہوئے تینوں طلاقوں کے تین ہی نافذ ہو جانے کا تعزیری اور تہدیدی آرڈر جاری کر دیا تاکہ لوگوں میں تنبیہ پیدا ہو اور اس غلط روش سے باز آ جائیں اور بوقتِ ضرورت شریعت کے مطابق طلاق دیں۔

قائلین وقوع ثلاث کا اعتراف :

قائلینِ وقوعِ ثلاث بالخصوص احناف کو بھی حضرت فاروق رضؓ کے اس آرڈر کے تعزیری

ہونے کا اعتراف ہے چنانچہ احناف کی چوٹی کی کتاب "مجمع الانہر" میں ہے :

۱۔ "واعلم ان فی الصدر الاول اذا ارسل الثلاث جملۃ لم یحکم الا بوقوع واحدۃ الی زمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ثم حکم بوقوع الثلاث لکثرتہ بین الناس تہدیداً" (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر لعبد اللہ بن الشیخ محمد بن سلیمان المعروف بداماد افندی ص ۳۸۲ ج ۱)

یعنی داماد آفندی حنفی، فقیہ قہستانی حنفی اور فقیہ تمرتاشی حنفی کو بجا طور پر اعتراف ہے کہ صدرِ اول سے لے کر عمرِ فاروقؓ کے دورِ اقتدار کے ابتدائی تین سالوں تک مجلسِ واحد کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق تصوّر ہوتی تھی۔ پھر لوگوں نے جب کثرت سے طلاقیں دینی شروع کر دیں تو حضرت عمر فاروقؓ نے تعزیر اور تہدید کے طور پر تینوں کے وقوع و نفاذ کا حکم جاری فرما دیا۔

ایک شبہ اور اس کا جواب :

بعض لوگوں کو حضرت فاروقؓ کے اس آرڈر سے غلط فہمی ہو گئی ہے کہ حضرت موصوف کا یہ تہدیدی اور تعزیری آرڈر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مذکورہ بالا تینوں صحیح احادیث کا ناسخ ہے کیونکہ حضرت فاروقؓ بلا دلیل اور حجت ہرگز ہرگز ایسا نہ کر سکتے اور پھر اپنی اس غلط فہمی کو پکا کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت پیش کر دیا کرتے ہیں الفاظ یہ ہیں :

"ان الرجل اذا طلق امراتہ فھو احق برجعتھا وان طلقھا ثلاثا فنسخ ذالک"۔ (سنن ابی داؤد)

یعنی "الطلاق مرتٰن" کے نزول سے پیشتر طلاق دہندہ تین طلاقوں کے بعد رجوع کا حق رکھتا تھا۔ لہٰذا "الطلاق مرتٰن" کے نزول کے بعد یہ حق منسوخ ہو گیا۔"

جواب :

یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی علی بن حسین بن واقد ضعیف ہے،

"قال المنذری واخرجہ النسائی وفی اسنادہ علی بن الحسین

بن واقد و فیہ مقال" (ملاحظہ ہو عون المعبود ص ۲۲۶ ج ۲ ۔ سبل السلام ص۲ ج ۳)

لہٰذا یہ حدیث صحیح مسلم کی صحیح احادیث کا معارضہ نہیں کر سکتی۔ حضرت علامہ نور الحسن بخاری فرماتے ہیں "یہ ناسخ مشہور نہیں" مزید برآں یہ کہ خود صحیح مسلم میں حضرت فاروق ؓ کے یہ الفاظ "ان الناس قد استعجلوا فی امر کان لھم فیہ اناۃ" کے الفاظ اس غلط فہمی کی قلعی کھول رہے ہیں کہ یہ سراسر حضرت ممدوح کی ذاتی رائے تھی جو کہ کسی شرعی دلیل یا حجت پر قطعاً مبنی نہ تھی۔

دوسرے یہ کہ اپنے اس تہدیدی اور سیاسی آرڈر پر حضرت فاروق ؓ کا اظہارِ ندامت ناسخ ہونے کی کھلی تردید ہے۔ (جیسا کہ آگے آ رہا ہے)

دوسرا شبہ اور اس کا جواب:

بعض حلقوں کی طرف سے اس حدیث پر یہ بھی اعتراض ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں۔ یہ حضرت ابن عباس ؓ کی اپنی رائے ہے۔

جواب: یہ اعتراض سراسر بودا اور کھوکھلا ہے کیونکہ اصولِ فقہ اور اصولِ حدیث میں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ جب صحابی اپنی روایت میں "کنا نفعل" اور "کانوا یفعلون" کا صیغہ استعمال کرے تو روایت مرفوع ہوا کرتی ہے (ومن اراد التفصیل فعلیہ ان یراجع الی الکفایۃ للخطیب البغدادی والمقدمۃ لابن صلاح وتدریب الراوی وشرح نخبۃ الفکر)۔

تیسرا شبہ:

بعض حلقوں کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مذکورہ تینوں احادیث میں تین طلاقوں سے مراد بتّہ طلاق ہے کہ جب کوئی طلاق دیتا تھا تو اس سے پوچھا جاتا تھا کہ تو نے کتنی طلاقوں کی نیت کی ہے، اگر وہ ایک کہتا تو اس کی بات مان لی جاتی لیکن فاروقِ اعظم نے بتّہ ہی کو تین قرار دیا۔

جواب: بظاہر یہ شبہ بڑا وقیع معلوم دیتا ہے مگر یہ شبہ بالکل بے وزن ہے۔ کیونکہ یہ بات اس وقت قابلِ قبول ہوتی جبکہ زمانۂ رسالت میں کسی نے مجلسِ واحد میں صریح لفظوں میں تین طلاقیں نہ دی ہوتیں، حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ زمانۂ رسالت میں تین طلاقیں نہ صرف دی ہی گئی تھیں، بلکہ آپ ؐ نے ان کو ایک رجعی طلاق بھی قرار دیا تھا، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

چوتھا شبہ: یہ حدیثیں غیر مشہور ہیں، ورنہ مسئلہ کی اہمیت و ضرورت کے مطابق اس کے

راوی بیش از بیش ہونے چاہیے تھے۔

جواب: اصولِ حدیث میں ہمیں کوئی ایسا اصول نہیں ملتا کہ جس کی رُو سے کسی حدیث کی صحت کے لیے تعدد روات بھی شرط قرار دی گئی ہو۔ اگر اس علم کلام کو مان لیا جائے تو پھر بہت سی صحیح احادیث کو مسترد کرنا ہوگا جب صحیح مسلم کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور پوری امت نے اس کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے تو پھر یہ ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تو آخر کیا ہے کہ صحیح مسلم کو ہدفِ تنقید بنایا جا رہا ہے؛

پانچواں شبہ:

یہ حدیث مضطرب ہے کیونکہ کبھی طاؤس حضرت ابنِ عباسؓ سے براہِ راست روایت کرتا ہے اور کبھی ابو الصہباء کے واسطے سے بیان کرتا ہے اور مستدرک حاکم میں ابو الصہباء کی جگہ ابو الجوزاء کے واسطہ سے روایت کرتا ہے اور سنن ابی داؤد میں "ابو الصہباء قبل ان یدخل بھا" کی قید بھی موجود ہے۔

جواب: اضطراب جب ہوتا کہ دونوں روایتیں مختلف ہوتیں مگر یہاں ایسا قطعاً نہیں، بلکہ سنن کی روایت مقید ہے اور صحیح مسلم کی روایت مطلق ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مقید روایت مطلق کے منافی نہیں کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مقید روایت میں مطلق روایت کے بعض افراد کی نشاندہی کر دی گئی ہے اور بعض افراد کی نشاندہی کی بناء پر مطلق روایت کے عام حکم کو ان بعض افراد کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ عون المعبود میں ہے:

"ویجاب بان التقیید بقبل الدخول لا ینافی صدق الروایۃ الاخری الصحیحۃ علی المطلقۃ بعد الدخول وغایۃ ما فی ھذہ انہ وقع فیھا التنصیص علی بعض افراد مدلول الروایۃ الصحیحۃ الآتیۃ بعد ھذہ الروایۃ وذلك لا یوجب الاختصاص بالبعض الذی وقع التنصیص علیہ" (عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ص ۲۲۸ ج ۲)

جواب ۲: یہ تو اس صورت میں جب مقید روایت صحیح مان لی جاتے لیکن بقول امام منذری یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اصل الفاظ یہ ہیں:

"ان ھذہ الروایۃ ضعیفۃ قال المنذری الرواۃ عن طاؤس

مجاھیل " (عون ص۲۲۸ ج ۲)

چھٹا شبہ :

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ مجلس واحد کی تین طلاقوں کو تین ہی سمجھتے تھے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ روایت منسوخ ہے ورنہ وُہ اس کے خلاف فتوٰے نہ دیتے ۔

جواب ۱ : حضرت ابن عباس رضؓ کا اپنی روایت کے خلاف فتوٰے دینا اس بات کا ثبوت ہرگز نہیں ہو سکتا کہ روایت منسوخ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ فتوٰے کے وقت حضرت ابن عباس رضؓ کو ذہول ہو گیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے پاس اپنے فتوٰے کی دلیل موجود ہو جو کہ ہم کو نہیں پہنچی اور جو دلیل ہم کو نہ پہنچے ہم اس کے قائل نہیں ہو سکتے، چنانچہ نیل الاوطار میں ہے،

" فیجاب عنه بان الاحتمالات المسوغة لترك الرواية والعدول الى الراى كثيرة ، منها النسيان و منها قيام دليل عند الراوى لم يبلغنا و نحن متعبدون بما بلغنا دون مالم يبلغ " (نیل الاوطار ص۲۴۳ ج ۶)

جواب ۲ : روایت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمودہ ہوتی ہے جسے راوی کی رائے پر قربان کرنا ایک گونہ رسالت کی توہین کے مترادف ہے۔

جواب ۳ : خود حضرت ابنِ عباس رضؓ سے ان کی روایت کے مطابق بھی فتوٰے موجود ہے، جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے :

" روى حماد بن زيد عن ايوب عن عكرمة عن ابن عباس اذا قال انت طالق ثلاثا بفم واحد فهى واحدة " (عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ص ۲۲۷ ج ۲)

" حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ جب خاوند اپنی بیوی سے یکبار یوں کہہ دے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو یہ ایک واقع ہو گی "

بہر حال اسی طرح کے اور بھی اس حدیث صحیح کے جوابات دینے کی سعی نامشکور کی گئی ہے جن کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔ طالبِ تفصیل سبل السلام، فتح العلام، نیل الاوطار، فتح الباری، فتاویٰ ابن تیمیہ، زاد المعاد وغیرہ کی طرف رجوع کرے۔

حدیث رابع :

حدثنا سعد بن ابراهيم حدثنا ابى عن محمد بن اسحق حدثنى داؤد

بن الحصین عن عکرمۃ مولی ابن عباس عن ابن عباس قال طلق رکانۃ بن عبد یزید اخو بنی عبد المطلب امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدیدا - قال : فسألہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : کیف طلقتہا ؟ قال : طلقتہا ثلاثا، قال : فقال فی مجلس واحد ؟ قال : نعم، قال فانما تلک واحدۃ فارجعہا ان شئت، قال فرجعہا " مسند احمد مع تعلیق احمد شاکر " (حدیث ۲۳۸۷ ص ۱۲۳ ج ۴ طبع دار المعارف مصر قال احمد شاکر اسنادہ صحیح و رواہ الضیاء فی المختارۃ کما نقلہ ابن القیم فی اغاثۃ اللہفان ۱۵۸ و رواہ ابو یعلی کما ذکرہ الشوکانی جلد ۷ : ۱۷ و ۱۸، و رواہ البیہقی کما فی الدر المنثور جلد ۱ ص ۲۷۹ وھذا الحدیث عندی اصل جلیل من اصول التشریع مسند احمد مع تعلیق احمد شاکر مصری ص ۱۲۳ ج ۴)

" حضرت عکرمہؓ اپنے مخدوم حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو مجلس واحد میں تین طلاقیں دیں پھر اس پر سخت غمناک ہوئے، عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا، " کیا ایک مجلس میں "؛ رکانہ نے کہا " جی ہاں " ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " یہ تو بس ایک طلاق ہے، اگر تم چاہو تو رجوع کر لو " پس رکانہ نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا "

اعتراض ۱ :

اس حدیث کا ایک راوی محمد بن اسحاق مدلس ہے۔ لہٰذا یہ روایت حجت نہیں ہو سکتی۔

جواب : محمد بن اسحاق مدلس ضرور ہے مگر جب وہ صیغہ سماع یعنی " حدثنی " وغیرہ استعمال کرے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے تو اس وقت تدلیس کا شبہ ختم ہو جاتا ہے اور روایت حجت ہوتی ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ کی تحقیق :

" ھو اسناد ثابت عن احمد وغیرہ من العلماء وبھذا الاسناد

روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رد ابنتہ زینب علی زوجہا بالنکاح الاول، وصح ذٰلک احمد وغیرہ من العلماء وابن اسحٰق اذا قال "حدثنی" فحدیثہ صحیح عند اہل الحدیث"

(فتاوٰی ابن تیمیۃ ص۲۳ ج ۳)

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی فتح الباری میں یہی جواب دیا ہے۔"

(فتح الباری ص ۳۱۶ ج ۹)

اسی طرح اس حدیث پر اور بھی اعتراضات نقل کر کے خود ہی ان کا جواب بھی لکھ دیا ہے اس لیے ان کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

اعتراض ۲۷

امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ راجح یہ ہے کہ رکانہؓ نے اپنی بیوی کو بتہ طلاق دی تھی۔ تین طلاقیں نہیں دی تھیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کو "تعلیل قوی" کہہ کر امام ابوداؤد کی تائید کی ہے۔

جواب: حافظ ابن القیم اغاثۃ اللھفان میں لکھتے ہیں:

کہ "چونکہ امام ابوداؤد نے مسند احمد بن حنبل والی محمد بن اسحاق کی صحیح اور مفصل حدیث سرے سے روایت ہی نہیں کی اور ابن جریج کی حدیث من طریق فیہا مجہول کی وجہ سے امام ممدوح کے نزدیک چونکہ ضعیف تھی اس لیے انہوں نے ابن جریج کی حدیث کے علی الرغم بتہ والی حدیث کو ترجیح دی ہے اگر انہوں نے محمد بن اسحٰق کی حدیث لی ہوتی تو قطعاً ایسا نہ کرتے۔" (عون المعبود ص ۲۲۹ ج ۲)

قصہ مختصر یہ کہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ، حافظ ابن القیمؒ، حافظ ابن الحجر عسقلانیؒ، امیر محمدؒ بن اسماعیل الیمانی، محمد بن علی شوکانیؒ، محقق شمس الحق ڈیانویؒ، محقق احمد شاکر مصریؒ، محمد حامد فقی ازہریؒ، سید نور الحسن بھوپالیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

" وھذا الحدیث نص فی المسئلۃ لا یقبل التاویل الذی فی غیرہ من الروایات الآتی ذکرھا" (فتح الباری ص۳۱۶ ج ۹)

کہ "یہ حدیث اس مسئلہ متنازعہ فیہ میں ایسی نص صریح موجود ہے کہ جس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی"

(بقیہ بر ص ۲۸)